ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد

[illegible]

۲۹ جولائی ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲/- روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہٗ

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ مَلَكُ الْمَوْتِ مُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰى عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ اِلَى اللهِ تَعَالٰى فَقَالَ اِنَّكَ اَرْسَلْتَنِىْ اِلٰى عَبْدٍ لَّكَ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَيْنِىْ قَالَ فَرَدَّ اللهُ اِلَيْهِ عَيْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى عَبْدِىْ فَقُلِ الْحَيٰوةَ تُرِيْدُ فَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْحَيٰوةَ فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرَةٍ فَاِنَّكَ تَعِيْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ تَمُوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ مِنْ قَرِيْبٍ رَبِّ اَدْنِنِىْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ لَوْ اَنِّىْ عِنْدَهٗ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰى جَنْبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: ابی ہریرہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک الموت موسیٰؑ بن عمران کے ہاں آیا اُس نے کہا کہ اپنے رب کے حکم کو قبول کر۔ آپؑ نے فرمایا۔ موسیٰؑ نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ مارا پھر اس آنکھ کو نکال دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ فرشتہ اللہ کے ہاں لوٹ گیا۔ عرض کی کہ تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کے ہاں بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا اور اس نے میری آنکھ نکال دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر اللہ نے اس کی آنکھ درست کر دی اور فرمایا میرے بندے کے پاس جا۔ اسے کہہ زندگی چاہتے ہو؟ اگر تو زندگی چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھ دے پھر جتنے بال تیرے ہاتھ کے نیچے چھپیں گے پھر تو اتنے سال زندہ رہے گا۔ موسیٰؑ نے کہا پھر کیا ہو گا؟ فرمایا پھر تو مرے گا۔ پھر ابھی جلدی مرنا چاہتا ہوں۔ اے میرے رب! مجھے ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکے جانے کی مسافت پر کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں اس کی قبر دکھاتا راستہ کے کنارے پر سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔

عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رضؓ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ:۔ ابی موسیٰ رضؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مردوں میں سے بہت سے کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں سے سوائے مریمؑ بنت عمران اور آسیہؑ فرعون کی بیوی کے اور کامل نہیں ہوئی۔ اور عائشہ رضؓ کی فضیلت باقی عورتوں پر مثل ثرید کے بقیہ طعاموں پر ہے۔



باتیں اُن کی یاد رہیں گی

حضرۃ لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

توکّل فرض عین ہے

توکّل کی دو قسمیں ہیں۔

ایک فرض کفایہ وہ یہ ہے کہ ایک کام بہت سے مسلمانوں کے ذمہ آ پڑا تھا اگر بعض مسلمانوں نے اسے ادا کر دیا تو باقی مسلمانوں سے بھی ادا ہو جائے گا۔ مثلاً کسی گاؤں میں ایک آدمی فوت ہو گیا ہے اب سارے گاؤں والوں کے ذمہ فرض ہے کہ اس کے جنازے کو لحد تک پہنچائیں۔ اگر اس گاؤں کے بعض آدمیوں نے اسے لحد تک پہنچا دیا تو باقی ماندہ اس فرض سے سبکدوش سمجھے جائیں گے اور اگر کسی نے بھی اسے دفن نہ کیا تو سارے گنہگار ہوں گے۔

دوسرا فرض عین ہے۔ یعنی وہ کام ہر مسلمان کو خود کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً نماز، یہ فرض عین ہے ہر مسلمان عورت اور مرد کو خود ادا کرنی پڑتی ہے یہ نہیں کہ محلہ والوں میں سے بعض نے پڑھ لی تو باقیماندہ سبکدوش سمجھے جائیں گے اسی طرح توکل بھی فرض عین ہے۔

ثبوت: قولہٗ تعالیٰ: وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۳)

ترجمہ: اور چاہیے کہ اللہ ہی پر مسلمان بھروسہ کریں۔

بعینہٖ یہی الفاظ مندرجہ ذیل سورتوں میں بھی ہیں:۔

۲۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۷ پ ۴ (۳) سورہ المائدہ رکوع ۲ (۴) سورہ التوبہ رکوع ۷ پارہ ۱۰ (۵) سورہ ابراہیم رکوع ۲ پارہ ۱۳ (۶) سورہ مجادلہ رکوع ۲ پارہ ۲۸۔ (۷) سورہ التغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸

نتیجہ

اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید کی سات مختلف سورتوں میں اس حکم کو دہرایا ہے۔ تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مکرر، سہ کرر اس حکم کو دہرا کر ہر مسلمان کے ذمہ اس کی پابندی لازمی قرار دے رہے ہیں۔

دربارِ الٰہی سے متوکّلین کو انعام

قولہٗ تعالیٰ: اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۷، پارہ ۴۔

ترجمہ: بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے متوکلین کو پسند فرما لیا تو اب انہیں اللہ تعالیٰ کے کسی عتاب یا عذاب کا کب خطرہ رہ سکتا ہے — کیسا عجیب انعام ہے۔

توکّل کی پہلی قِسم

توکّل کی دو قسمیں۔ پہلی قسم خواص کا توکل، دوسری قسم عوام کا توکل۔ خواص میں اول نمبر انبیا علیہم السلام ہیں۔ یہ حضرات تمام خداداد قوتوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی نشر و اشاعت میں دن رات صرف کرتے ہیں — اور اپنی ضروریات زندگی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام ضرورتیں فتوحات غیبی سے پوری فرماتا ہے۔ مثلاً کبھی کسی مخلص انسان کے دل میں خیال ڈال دیا کہ فلاں چیز ان کی خدمت میں ہدیتہً پیش کر دے۔ کبھی کسی کے دل میں خیال ڈال دے — اسے

فتوحات غیبی کہا جاتا ہے۔ یعنی رزق کی کوئی صورت یا کوئی ذریعہ متعین نہیں ہوتا۔ نہ تجارت نہ زراعت نہ جائداد، نہ ملازمت وغیرہ۔

پہلی مثال

قولہ تعالیٰ :۔ سورۃ النوح رکوع ۱ پارہ ۲۹)

ترجمہ :۔ اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات اور دن میں بلایا۔ پھر وہ میرے بلانے سے اور بھی زیادہ بھاگتے رہے اور بے شک جب کبھی میں نے انہیں بلایا تاکہ تو انہیں معاف کر دے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھ لیں اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ضد کی اور بہت بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے انہیں کھلم کھلا بلایا۔ پھر میں نے اعلانیہ بھی کہا اور مخفی طور پر بھی کہا۔

حاصل

یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دن اور رات اشاعتِ دینِ الٰہی میں اپنی مبارک زندگی کے لمحات صرف فرما رہے ہیں۔ نہ کوئی ذریعہ اور نہ اپنی قوم سے کوئی معاوضہ لیتے ہیں بلکہ اعلان فرماتے ہیں: ترجمہ: "اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، میری مزدوری تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔" (سورۃ الشعراء)

دوسری مثال

سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کا پروگرام آپ نے سن لیا۔ اب سب سے آخری پیغمبر سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا نظام الاوقات (پروگرام) بھی سن لیجئے :۔

ترجمہ : اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کر دے۔ یا اس پر زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو۔" (سورہ مزمل رکوع ۱)

یہ تو رات کا نظام الاوقات تھا، دن کا بھی سن لیجئے :۔ "بے شک دن میں آپ کے لئے بڑا کام ہے۔" (مزمل)

یعنی دن میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ پر ہے۔

ذریعہ معاش توکل

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کو یادِ الٰہی یا بندگانِ خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہیں گے ضروریاتِ زندگی کیسے پوری ہوں گی۔ فرماتے ہیں :۔

ترجمہ: کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے اور تم اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی تسبیح اور حمد کرتے رہو (الفرقان)

حاصل

یہ نکلا کہ میں تمہیں دین کی تعلیم بلا معاوضہ دوں گا۔ میری ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ۔

سب سے پہلے اور سب سے آخری پیغمبر

دونوں کی مبارک زندگی کے لمحات طیبہ دینِ الٰہی کی نشر و اشاعت میں دن رات وقف ہیں۔ قوم سے بھی معاوضہ نہیں مانگتے۔ اور بظاہر ذریعہ معاش بھی کوئی نہیں خواص کا توکل یہی ہے۔ اس مقدس گروہ کی ضروریات کا کفیل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اسی کا اعلان ہے :۔

ترجمہ : اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر

بھروسہ کرتا ہے، سو وہی اس کو کافی ہے۔ (الطلاق)

عوام کا توکل

اس سے پہلے آپ سن چکے ہیں کہ قرآن مجید میں سات مقامات پر سب مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کے توکل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر کام کے کرنے میں سلسلہ اسباب میں ہاتھ ڈالیں۔ جس طرح کہ ایک غیر مسلم ہاتھ ڈالتا ہے۔ مگر اس کام میں خاطر خواہ نتیجہ نکلنے کی امید اپنی کارکردگی اور محنت کو نہ سمجھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھیں۔ مثلاً دس ہزار کا مال دکان میں لا کر رکھا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اے اللہ! تو مجھے اس تجارت میں نفع عطا فرما۔ جب نفع حاصل ہو تو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفع ہوا ہے۔ اگر وہ نہ چاہتا تو بجائے نفع کے نقصان ہو جاتا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ مومن خواہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے عقیدہ یہی ہونا چاہئے۔ کہ کام تو میں کر ہی رہا ہوں۔ نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ نفع ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا جائے۔ بخلاف اس کے غیر مسلم کا نظریہ یہ ہوگا۔ کہ یہ نفع میری دانش مندی اور عقلمندی کے باعث ہوا۔

خواص موجود ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حمیدہ میں سے صرف ایک صفت اللہ تعالیٰ نے آگے منتقل ہونے نہیں دی۔ اور وہ صفت نبوت ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد دنیا میں قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ باقی صفات کے حامل آپ کی امت میں اللہ تعالیٰ کے بندے آ رہے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ جن کی برکت سے حقیقی اور اصلی انوار ہمیشہ دنیا میں تابندہ، درخشندہ اور پائندہ رہیں گے۔ چنانچہ خواص کے توکل والے اللہ کے مقبول بندے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور آج بھی موجود ہیں جو اپنی تمام خدا داد قوتوں کو اور اپنی زندگی کے تمام لمحات کو محض اللہ تعالیٰ کے دین کی حمایت اور اس کی نشر و اشاعت میں خرچ کرتے ہیں اور تمام ذرائع معاش کو ترک کر کے اپنی ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالیٰ کو بناتے ہیں۔ دراصل اسلام کا صحیح نقشہ انہیں اللہ کے بندوں کی برکت سے آج تک زندہ رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔

دعا

کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنے ذرائع معاش اختیار کرنے کے باوجود نفع حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی توفیق عطا فرماتے تاکہ قرآن مجید کے اس حکم کی بھی تعمیل ہو جائے جس سے عام طور پر مسلمان غافل ہیں۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

کے لئے ہلاکت کی خبر دی۔ اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو ملعون قرار دیا۔ نیز فرمایا کہ بالعموم کاروبار کرنے وقت لغو باتیں اور جھوٹی قسمیں چلتی رہتی ہیں ان کے ازالہ کے لئے مال کا صدقہ کیا کرو۔

بزرگان محترم، برادران عزیز! حضور نبی کریم علیہ السلام کے ارشادات عالیہ کا یہ خلاصہ ہے جس سے کسب حلال کی اہمیت، قناعت، معاملات میں درستگی اور دوسری متعدد باتوں کا اندازہ ہوتا اور پتہ چلتا ہے اس لئے امتیوں پر لازم ہے کہ وہ ان ہدایات کا پاس و لحاظ کریں، ان پر عمل کریں، ان کی تبلیغ کریں اور اپنی دنیا اچھی بنا کر آخرت کے اچھے انجام کی فکر کریں۔ وآخر دعوانا...

بسم اللہ تعالیٰ

حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے نبیرہ، نامور مفکّر و عالم، دنیائے اسلام کے عظیم اسکالر و مصنف کتب کثیرہ، نجی شعبہ میں عالم اسلام کی سب سے عظیم علمی و دینی یونیورسٹی کے تقریباً ٦٠ برس پرووائس چانسلر اور وائس چانسلر رہنے والے بزرگ انسان مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی کے سانحہ ارتحال کی خبر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں برادران اہلسنت پر برق و صاعقہ بن کر گری اور ان کے دل و دماغ کو چھلنی کر گئی —— دل قابو سے باہر ہوا جا رہا ہے اور دماغ ساتھ دینے کو تیار نہیں —— انا للہ و انا الیہ راجعون —— کے وظیفہ قرآنی کو بار بار پڑھ کر اپنے دل کو تسلّی و تشفی دینے کی سعی کے سوا چارہ نہیں اور انا بفراقک لمحزونون یا حضرۃ القاری محمد طیّب کے الفاظ ہیں کہ بار بار زبان پر جاری ہو جاتے ہیں —— تغمدہ اللہ تعالیٰ بغفرانہ ورحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرۃ قاری صاحب اس عظیم خانوادے کے چشم و چراغ تھے جس کی سربراہی و قیادت کا سہرا حجۃ الاسلام امام نانوتوی کے سر ہے۔ نسبی اور معنوی طور پر امام نانوتوی کے وارث و جانشین ہونے کا آپ کو شرف حاصل تھا —— اپنے عظیم المرتبت جدِّ بزرگوار حضرت نانوتوی کی تحریک علمی کی پہلی



جلد ٢٩	١٧ر شوال المکرم ١٤٠٣ھ • ٢٩ر جولائی ١٩٨٣ء	شمارہ ٤٨

رئیس الادارہ
حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

اہتمام
مولانا محمد اجمل قادری

مجلس ادارت
محمد سعید الرحمٰن علوی
محمد ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

دفاتر

انجمن خدام الدین بلڈنگ پہلی چورنگی ناظم آباد کراچی	خدام الدین مرکز اندرون شیرانوالہ گیٹ ۔ لاہور

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
٨٠/-	٤٥/-	٢٥/-

ہدیہ
دو روپے

مولانا عبید اللہ انور نے کاسمو پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

کڑی دارالعلوم دیوبند کی سربراہی و خدمت کا نصف صدی سے زائد وقت آپ کو شرف حاصل رہا —— اس دور میں دارالعلوم نے بے پناہ ترقی کی اور ہر اعتبار سے اس کا معیار بلند ہوا۔ آپ کے عظیم کارناموں میں آخری کارنامہ دارالعلوم کا صد سالہ اجتماع ہے۔ جس میں لاکھوں فرزندانِ توحید و برادران اہلسنت نے شرکت کی۔ جو دنیا کے گوشہ گوشہ سے اس چھوٹے سے قصبہ میں پہنچے تھے۔ اس مبارک و مقدس اجتماع کے بعد حالات میں اضطراب و بے چینی کی لہر بھی اُٹھی لیکن حضرت قاری صاحب کے وقار و احترام کو سبھی اکابر و احباب نے ملحوظ خاطر رکھا اور ان کی خدمات جلیلہ کا بھرپور اعتراف کیا گیا۔

حضرت حکیم الاسلام، حضرت الامام شیخنا العالم مولانا محمود حسن دیوبندی کے دورِ آخر اور امام العصر محدث کاشمیری کے دورِ اوّل کے مایہ ناز تلامذہ میں سے تھے۔ انہیں قدرت نے وہ اساتذہ و شیوخ عطا فرمائے تھے جن کی مثال مادر گیتی نے پیدا نہ کی تھی۔ ان عظیم اساتذہ کے زیر نگرانی انہوں نے علم و معرفت کے مدارج طے کئے اور پھر تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دئیے۔ ان کا تبلیغی میدان بڑا وسیع تھا اردو کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی میں انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں عوام و خواص کے اجتماعات میں نازک و اہم موضوعات پر یادگار خطاب کئے —— ان سطور کے راقم نے انڈیا میں اجتماع صد سالہ کے موقع پر اور پاکستان میں متعدد مواقع پر ان کے کئی خطابات سنے —— انجمن خدام الدین کے جلسہ ١٩٢٦ء میں علامہ شبیر احمد عثمانی رح کی تقریر سن کر سر شفیع نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ کاش میری ماں حصول تعلیم کے لئے مجھے وہاں بھیجتی جہاں مولانا عثمانی نے پڑھا ہے —— ہم نے قاری صاحب کی تقریر میں بڑے بڑوں کو عجیب حال میں دیکھا اور پھر لوگوں کی زبان سے ایسے ایسے تبصرے سنے جن کے مستحق صرف اور صرف حضرت حکیم الاسلام تھے —— علی گڑھ یونیورسٹی جیسے اداروں میں کئی مرتبہ انہیں سنگین آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا لیکن جب وہ سائنسی موضوعات پر بولے تو اس عظیم ادارہ کے اساتذہ و طلبہ انگشت بدنداں رہ گئے —— مصر و سعودیہ کی جامعات و مؤتمرات میں مرحوم کے خطابات اور تقریریں اب تک سننے والوں کے کانوں میں رس گھول رہی ہیں۔

الغرض مدرس و مصنف اور مقرّر و مبلّغ کے طور پر قاری صاحب کا جو مقام تھا وہ ان کے معاصرین میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ سیاسی طور پر آپ حضرت حکیم الامت تھانوی کے افکار کے حامل اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تقسیم ملک کے بعد مستقل قیام کی نیت سے آپ پاکستان تشریف لائے لیکن آپ کے دادا بزرگوار کے جذبات حریت کے وارث و جانشین شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہہ کر آپ کی واپسی کا انتظام کرایا اور جب آپ واپس تشریف لے گئے تو دیوبند کے اسٹیشن پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی استقبالی ہجوم کا منظر دیدنی تھا۔ شیخ مدنی قافلہ سالار تھے —— اور پھر استقبالی جلسہ میں امام مدنی نے ؎

اے تماشہ گاہِ عالم روئے تو   تو کجا بہر تماشہ می روی

پڑھ کر سارے مجمع کو تڑپا دیا —— اس روایت کے راوی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ سفر افغانستان کے موقعہ پر شاہ ظاہر شاہ نے استقبالی جلسہ کا اہتمام کیا تو اپنی تقریر میں دیوبند اور اس کے اکابر کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ جوابی تقریر آپ کو کرنا تھی۔ ہچکچا رہے تھے کہ

اس ماحول میں روانی کے ساتھ فارسی میں کیسے تقریر ہو گی - لیکن فوراً حضرت مدنی کی طرف توجہ گئی اور پھر الحمد للہ ایسی تقریر ہوئی کہ باید و شاید ـــــــ اسی سفر کے موقعہ پر امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی نے کاغذ کے ایک پرزہ پر چند لفظ لکھ کر دئے تھے جنہیں افغان حکمرانوں نے چوما اور آنکھوں پر رکھا - اسی سفر کے نتیجہ باب الظاہر کی عظیم عمارت بنی ـــــــ اور اس روایت کے راوی بھی بہت ہیں کہ حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کا انتقال ہوا (۵۷ء) تو قاری صاحب پھوٹ پھوٹ کر روئے اور فرمایا "آج ہم یتیم ہو گئے"

آپ کے والد بزرگوار مولانا حافظ محمد احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کے ابّا حضور امام نانوتوی نے دمِ مرگ فرمایا ـــــــ کہ میاں خالی ہاتھ جا رہے ہیں تمہیں حافظ کرایا ہے ذرا ہمارا خیال رکھنا" تو سعادت مند بیٹے نے پھر جیتے جی ۲ پارے روزانہ اوابین میں پڑھ کر ابّا حضور کو ایصال ثواب کیا - یہی بات قاری صاحب کو ان کے والد نے کہی تو اس نیک بخت بیٹے نے ساٹھ سال سے زائد عرصہ ایک پارہ روزانہ اوابین میں ابّا کے لئے پڑھا -

قربِ قیامت کی ان ہولناک گھڑیوں میں اس مردِ عظیم و جلیل کا دنیا سے اٹھ جانا عظیم سانحہ و حادثہ ہے لیکن مرضی مولا کے سامنے کسی کا چارہ نہیں کہ اس کی مشیت و حکمت ہی سب کچھ ہے - بندہ کچھ نہیں ـــــــ اس لئے ہم دل کی گہرائیوں کے ساتھ دعاگو ہیں اپنے رب کے حضور کہ ـــــــ "اے ربِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) تو اپنے دین کے اس خادم کی خدمات کو قبول فرما کر اسے بلند ترین مدارج سے سرفراز فرما ـــــــ بتقاضائے بشریت بھول چوک ممکن ہے ـــــــ اسے معاف فرما اور اپنی رحمت خاصہ کا ان کے ساتھ معاملہ فرما کہ انہیں دائمی سکون و طمانیت بخش ـــــــ نسبی و حسبی متعلقین و لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق دے اور دارالعلوم دیوبند سمیت تمام تعلیمی اداروں کی حفاظت و نگہبانی فرما ـــــــ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیہ والتسلیم -

فقیر علوی
۱۵ شوال ۱۴۰۳ھ

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

کسبِ معاش ـــــــ ایک فرض و ذمہ داری

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی!

بعد از خطبہ مسنونہ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ ...... لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ -

صدق اللہ العلی العظیم (الجمعہ آیت ۱۰)

سورۃ جمعہ کی جو آیت تلاوت کی گئی اس کا ترجمہ یہ ہے :-

" پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو اختیار ہے کہ تم زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل یعنی اس کی روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

سورۃ جمعہ کی اس سے متصل پہلی آیت میں اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ اذان جمعہ کے ساتھ ہی مشاغل دنیوی اور کاروبار حیات سے ہاتھ کھینچ لیں اور نماز کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کی مصلحت حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے الفاظ میں یہ ہے :-

"ہر اذان کا یہ حکم نہیں کیونکہ جماعت پھر بھی ملے گی اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا پھر کہاں ملے گا۔"

جمعہ کے بعد زمین میں چلنے پھرنے اور اللہ تعالےٰ کی مقرر کردہ روزی و رزق تلاش کرنے کی غرض سے تگ و دو کی اجازت عطا فرما دی اس کی وجہ حضرت شاہ صاحب کے ہی الفاظ میں یہ ہے :-

"یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا سارے دن سودا منع تھا اس واسطے فرما دیا (کہ تم پر سارے دن کی پابندی نہیں) تم روزی تلاش کرو (لیکن) روزی کی تلاش میں بھی اللہ کو نہ بھولو۔ (کہ اصل فلاح و کامیابی یادِ الٰہی میں ہے)

رزقِ حلال

عزیزو! اللہ تعالےٰ کے نزدیک رزقِ حلال کی جو اہمیت ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ سورۃ مومنون کے چوتھے رکوع کی ابتدا میں انبیاء علیہم السلام جیسے معصوم و مقدس طبقہ کو اکل حلال کھانے کا حکم ہے باوجودیکہ یہ محترم طبقہ حرام چھوڑ کر مشتبہات کے قریب بھی نہیں جاتا اور سورۃ بقرہ کے اکیسویں رکوع میں ایک جگہ مسلمانوں کو دوسری جگہ ساری انسانیت کو اکل حلال و طیب کھانے کی تلقین و حکم دیا گیا ہے ـــــــ رزقِ حلال کے لئے کسبِ معاش، محنت اور جد و جہد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبیوں نے بھی کچھ نہ کچھ کیا۔ کسی نے تجارت کی، کسی نے بکریاں چرائیں، کسی نے درزی کا کام کیا، کسی نے زرہیں بنائیں وغیرہ ذالک۔ اور اس بھاگ دوڑ کی اللہ تعالےٰ کے نزدیک جو اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ اس سے

ہوتا ہے کہ اس کو کتاب الٰہی میں جابجا اپنے فضل سے تعبیر فرمایا گیا ہے جیسا کہ اس آیت میں بھی ہے —— مولانا احمد سعید دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں :۔

"قرآن کا عام قاعدہ ہے کہ رحمت روحانی ترقی کے لئے اور فضل مالی ترقی کے لئے عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔"

لوگوں کے لئے دنیا میں کسب معاش کے کئی ذریعے ہیں مثلاً کوئی شخص تجارت کرتا ہے کوئی کھیتی باڑی، کوئی مزدوری کرتا ہے تو کوئی ملازمت —— ان میں سے ہر چیز اپنی جگہ درست اور صحیح ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے بتلائے ہوئے دائرہ کے اندر ہو مثلاً تجارت ہے تو ہر درست و صحیح چیز کی تجارت کی اجازت ہے۔ شراب و خنزیر جیسی حرام و نجس چیزوں کی تجارت درست نہیں۔ یہ بھی خیال رکھے کہ تجارت میں دھوکہ، بددیانتی، کم تولنا، کم ناپنا اور اس قسم کی حرکات نہ کرے۔ اسی طرح ملازمت ایسی جگہ نہ کرے جہاں اسے کسی غلط و ناجائز کام میں معاون و مددگار ہونا پڑے اور ملازمت میں اس بات کا لحاظ رکھے کہ پوری دیانتداری سے اپنی ڈیوٹی دے اور اس میں گڑبڑ نہ کرے۔ یہی حال تمام معاملات کا ہے —— اسلام کی تعلیمات پر آپ غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اسلام جس زبان اور لب و لہجہ میں نماز روزہ کے متعلق گفتگو کرتا ہے اسی انداز میں ان ذمہ داریوں کے متعلق بھی بات کرتا ہے۔ اگر ایک شخص نماز کا پابند ہے، روزہ اہتمام سے رکھتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور حج بھی اس نے کیا ہے لیکن وہ حرام چیز کی تجارت کرتا یا تجارت میں کھوٹ ملاوٹ کرتا ہے تو وہ کتنا بڑا مجرم ہے؟ ایک شخص نماز روزہ کے ساتھ ملازمت میں کام چور، بددیانت اور خائن ہے یا ذمہ دار آدمی ہے تو رشوت وغیرہ لیتا ہے یا لوگوں پر ظلم کرتا ہے تو اس کا نماز روزہ کس کام کا؟

اس لئے ہم نے کئی مرتبہ عرض کیا کہ اسلام کو ایک اکائی سمجھیں اور یہ خیال کریں کہ اس کے جملہ احکامات و مسائل آپس میں مربوط ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

چند ارشاداتِ رسالت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر حضور نبی مکرم رحمتِ دو عالم، قائدنا الاعظم الاکرم محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کے چند ارشادات اس سلسلہ میں نقل کر دئے جائیں جس سے کسب معاش کے سلسلہ میں مختلف پہلوؤں کی وضاحت ہوتی ہے اور انسان کو اپنے آقا و مولا کی طرف سے ایک گائڈ لائن ملتی ہے —— اس لائن کے مطابق عمل کامیابی کا زینہ اور نجات کا باعث ہے۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توسط سے منقول ہے جس سے مال کی قدر کا اندازہ ہوتا ہے۔ ارشاد ہے :۔

"جو آدمی دولت کو پسند نہیں کرتا اس میں کوئی خوبی نہیں ہے کیونکہ مال کے ذریعہ رشتہ داروں کے حق پورے کئے جاتے ہیں اور امانت ادا کی جاتی ہے اور اس کی برکت سے آدمی دنیا کے لوگوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔"

سبحان اللہ! اس محسن انسانیت اور حکیم کہ علیہ السلام نے کیسی بات فرمائی —— بھائی! دولت کے چکر میں نہ پڑ جاؤ۔ کہ بس اور کوئی فکر ہی نہ ہو۔ اور اس کو تجوریوں میں بھر کر

سانپ بچھو بن جاؤ، نہیں دائرہ میں رہ کر اس کی فکر کرو۔ اس ذریعہ سے رشتہ داروں کے مالی حقوق کی ادائیگی تمہارے لئے آسان ہو جائے گی لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچ جاؤگے

پھر مسند احمد میں ارشاد ہے،

"کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو کچھ دیتا ہے اس سے ان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی قسمت پر راضی ہو جائیں تو ان کی روزی میں برکت عطا فرماتا ہے اور اگر راضی نہ ہوں تو ان کی روزی کو وسیع نہیں کرتا۔"

گویا قناعت کا سبق پڑھایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ملے اس پر راضی رہنا چاہیئے۔ اس رازق حقیقی کے سوا نہ کسی کے دروازہ پر ہاتھ پھیلائے نہ کسی کا گلہ شکوہ کرے۔ جب قناعت کی خوبو پیدا ہو جائے گی تو مالک حقیقی اضافہ و ترقی فرما دیں گے۔

اسی ضمن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا :۔

"جو اللہ کی بخشی ہوئی تھوڑی روزی پر راضی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتا ہے"

کتنی مبارک بات ہے کہ تھوڑا عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بن جائے لیکن اس کا زینہ تھوڑی روزی پر قناعت ہے ——

پھر حضور علیہ السلام نے معاملات میں صداقت و راستبازی اور امانت و دیانت کا ذکر فرمایا۔ ارشاد ہے

"سب سے عمدہ پیشہ ان سوداگروں کا ہے جو بولتے ہیں تو سچ، ان کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت نہ کریں، وعدہ کریں تو خلاف نہ کریں۔ کسی چیز کو فروخت کریں تو تعریف میں مبالغہ نہ کریں، کوئی چیز خریدیں تو اس کی قیمت کی ادائیگی میں دیر نہ کریں۔ ان کا قرض کسی کے ذمہ ہو تو مقروض پر سختی نہ کریں۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے امام ترمذی قدس سرہٗ حضور علیہ السلام کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ :۔

"حلال روزی کی تلاش میں بندے کو تکالیف برداشت کرنا پڑیں اور محنت کا بار برداشت کرنا پڑے یہ بات اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔"

بوڑھے والدین کے لئے روزی کی جد و جہد کو حضور علیہ السلام نے فی سبیل اللہ محنت قرار دیا ہے۔ اسی طرح بچوں کے لئے تگ و دو کو حتیٰ کہ خود اپنے لئے محنت کو بھی فی سبیل اللہ بتایا اور ناجائز آمدن سے جو جسم پلے بڑھے اس کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اپنے ہاتھ کی کمائی کو سب سے بہتر قرار دیا اور یہ بھی فرمایا کہ فرائض کے بعد حلال کی کمائی بھی فرض ہے نیز صبح سویرے حلال کی کمائی کے لئے جانے کا فرمایا کہ اس وقت کے کاموں میں برکت ہوتی ہے۔ اس شخص کے لئے آپ نے دعا فرمائی جو خرید و فروخت اور تقاضا کرنے میں نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لیتا ہے۔ مزدور کی بات آئی تو فرمایا اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی اجرت ادا کر دو ایک حدیث میں ہے کہ مجھے وحی آئی ہے کہ مقررہ رزق ملنے سے قبل کوئی نہیں مرتا اس میں دیر ممکن ہے لیکن مل کر رہے گا۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔ تلاش رزق میں اعتدال میں رہو اور روزی کی تلاش میں تاخیر پر گناہوں کی طرف مت جھک جاؤ۔ آپ نے اچھے، سچے اور دیانتدار تاجروں کے لئے اچھے انجام کی خبر دی۔ کم ناپنے اور کم تولنے والوں

(بقیہ ۵ پر)

مرزائیوں کے روزنامہ الفضل اور ہفت روزہ لاہور کی حیرت انگیز خیانت

حضرت مولانا تھانویؒ کی کتاب احکام اسلام عقل کی نظر میں

ڈاکٹر خالد محمود از مانچسٹر

روزنامہ الفضل ربوہ کی ۵ مئی اور ۷ مئی کی اشاعت میں اور ہفت روزہ لاہور کی ۲۱ مئی ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں دوست محمد صاحب شاہد کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی اس کتاب میں مرزا غلام احمد کی کتابوں سے بھرپور خوشہ چینی کی ہے۔ اور کشتی نوح، نسیم دعوت، اسلامی اصولوں کی فلاسفی، آریا دھرم اور برکات الدعا وغیرہ کتابوں سے مختلف مضامین لئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے:

کہیں بھول کر بھی ان کے متعلق ساری کتاب میں ذکر نہیں فرمایا کہ یہ کسی مصنف کی کسی تصنیف سے لئے ہیں۔

ہم نے اس مضمون کو بار بار پڑھا اور یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ قادیانی مضمون نگار نے اپنے اس دعویٰ پر کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا غلام احمد کی کتابوں سے ہی لئے ہیں کہیں کوئی دلیل بھی پیش کی ہے؟ مگر افسوس کہ ہمیں پورے تجسس اور جستجو کے باوجود شاہد صاحب کے اس مضمون میں کوئی حوالہ نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ مضامین حضرت مولانا تھانویؒ نے خود مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لئے ہیں۔

رہی یہ بات کہ جب ان کتابوں کے اقتباسات حضرت مولانا تھانویؒ کی کتاب میں موجود ہیں تو انہوں نے انہیں لازمًا مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیا ہوگا ایک گمان ہی گمان ہے جس پر دوست محمد صاحب اپنی طویل بحث میں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے کسی اور مصنف سے یہ اقتباسات لئے ہوں اور مرزا صاحب نے بھی اسی مصنف سے اپنی کتابوں میں خوشہ چینی کی ہو اس بات کا فیصلہ کہ وہ مصنف پہلے ہوا ہے یا مرزا صاحب تاریخ کرے گی قرائن سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ وہ مصنف پہلے کا ہے اور اس کی پرانی تصنیف سے مولانا تھانویؒ اور مرزا صاحب نے یہ مضامین لئے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ اس مصنف نے مرزا صاحب کی کتابوں سے یہ مضامین بغیر حوالہ دئے لئے ہوں اور ان سے ایک نئی کتاب مرتب کر لی ہو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت تھانوی نے اس کتاب سے یہ مضامین اپنی اس تالیف میں سے لئے ہوں مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں؟ اور چونکہ انہیں محض مصالح عقلیہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے اس لئے اس میں یہ بھی قید نہ رہی ہو کہ وہ باتیں کسی مسلمان کی ہوں۔ عقلی مباحث میں کسی غیر مسلم کی بات بھی لائق پذیرائی ہو سکتی ہے۔ یہ شریعت کی نقل نہیں کہ وسائط اسلامی ہی ہوں یہ عقلی مصلحت کا بیان ہے جس میں کافر کی بات لینے میں کوئی حرج نہیں۔

اس احتمال کے ہوتے ہوئے دوست محمد شاہد کا دعویٰ کہ مولانا تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں

سے ہی لئے ہوں گے یہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو بالکل بے وزن ہے انہیں اپنے اس دعویٰ پر دلیل پیش کرنی چاہئے تھی اور اس احتمال کو جو ہم نے ذکر کیا اس کا جائز حق دینا چاہئے تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اس میں شرعی اور اخلاقی طور پر کوئی مانع نہ تھا جب اس احتمال کی گنجائش ہے تو دوست محمد صاحب کا مذکورہ مضمون کیا از خود باد ہوا نہیں ہو جاتا۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

ہم چیلنج دیتے ہیں کہ موصوف اس پر کوئی دلیل پیش کریں کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ اقتباسات خود مرزا صاحب کی ہی کتابوں سے اخذ کئے ہیں اور یہ کہ انہیں علم تھا کہ یہ مضامین مرزا غلام احمد کے ہیں محض اندازے سے بات کرنا اہل علم کے طریق کے خلاف ہے۔

دوست محمد شاہد کا یہ مضمون ہم نے ہفت روزہ لاہور میں پڑھا اور دیکھتے ہی یہ احتمال دل میں کھٹکا اور پھر ہم نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب "احکام اسلام عقل کی نظر میں" لے کر اسے دیکھا تو جو احتمال دل میں کھٹکا تھا اسے اس کے مقدمہ میں موجود پایا اور ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اسے ذکر کئے بغیر دوست محمد نے کس دیدہ دلیری اور منہ زوری سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مولانا تھانویؒ نے ساری کتاب میں یہ ذکر نہیں فرمایا "کہ یہ کسی مصنف کی کسی تصنیف سے لئے گئے ہیں"۔ مولانا تھانویؒ کی اصل کتاب دیکھئے مولانا تھانویؒ اس مقدمے میں کچھ مضامین کسی اور مصنف سے لینے کی تصریح کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

۱۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک ایسی ہی کتاب جس کو کسی صاحبِ قلم نے لکھا ہے مگر علم و عمل کی کمی کے سبب تمام ترطب و یابس و غث و سمین سے پُر ہے۔ ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے آئی ہوئی رکھی ہے۔ اس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی کتابوں کا دیکھنا تو عامہ کو مضر ہے مگر عام مذاق کے بدل جانے کے سبب بدون اس کے کہ اس کا دوسرا بدل لوگوں کو بتلایا جائے اس کے مطالعہ سے روکنا خارج عن القدرۃ ہے اس لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل ذخیرہ ان مضامین کا جو ان مفاسد سے مبرا ہو ایسے لوگوں کے لئے مہیا کیا جائے تاکہ اگر کسی کو ایسا شوق ہو تو وہ اس کو دیکھ لیا کریں۔ ص۱۴

۲۔ احقر نے نہایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لئے ہیں۔ اور اس میں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ دی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصول شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں مگر یہ مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں نہ سب مدارِ احکام ہیں اور نہ ان میں انحصار ہے محض ایک نمونہ ہے اس مبحث میں ہمارے زمانہ سے کسی قدر پہلے زمانہ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ لکھ چکے ہیں۔ ص۱۵

پھر حضرت تھانویؒ نے حاشیہ میں یہ بھی لکھا ہے۔

اور بہت زیادہ حصہ ان مضامین کا حجۃ اللہ البالغہ سے ماخوذ تھا جیسا کہ بعد اخذ کے حجۃ اللہ البالغہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا۔ اور بعض جگہ ہمارے اکابر سے

الحمد للہ علیٰ ان اخذنا لم یکن من غیر الماخذ ص۱۵ (ترجمہ: خدا کا شکر ہے کہ ہم نے جو لیا تو اپنے ہی ماخذ سے لیا ہے)

اس میں حضرت تھانوی نے اس پر متنبہ کر دیا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف نے مصالح عقلیہ کے بہت سے مضامین ہمارے بزرگوں کی کتابوں سے ہی لئے ہیں۔ اگر اس مؤلف نے یہ نہیں بتایا کہ اس نے کیا کیا، اور کونسی کونسی باتیں ہماری کتابوں سے لی ہیں اور انہیں اپنی طرف سے بیان کر دیا ہے۔ تو حضرت تھانویؒ پر اس کا حوالہ نہ دینے اور ماخذ ذکر نہ کرنے کا کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

لیکن ہم یہ ذکر کیۓ بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس مولف نے اس کتاب میں اور مرزا صاحب نے اپنی مذکورہ کتابوں میں جو مصالح عقلیہ ذکر کیئے ہیں وہ کسی نہ کسی شکل میں ہمارے اسلاف کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان لوگوں نے ان ماخذ کی نشاندہی کیۓ بغیر انہیں اپنی کتابوں میں لے لیا ہے تو اب آئندہ نقل کرنے والا اگر ان باتوں کو تصریح کے ساتھ کہ اس نے یہ مضامین کسی اور کتاب سے لئے ہیں مولف کا نام ذکر کیئے بغیر کر دے تو اس میں کونسا جرم ہے؟ خصوصاً جب کہ یہ بھی صراحت کر دے کہ مؤلف کے ماخذ بھی ہمارے ہی بزرگ تھے۔

حضرت تھانویؒ چاہتے تو اس مؤلف پر سرقہ کا الزام بھی لگا سکتے تھے لیکن اونچے درجے کے بزرگ ان باتوں میں پڑنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو پھر بہت ممکن ہے کہ یہ بات بھی نکلتی کہ مرزا غلام احمد نے احکام اسلام کے مصالح عقلیہ اصولاً جن کتابوں سے لئے ہیں اُس نے ان کتابوں کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔ آخر کیوں؟ کیا یہ سب باتیں مرزا غلام احمد کی اپنی طبع زاد ہیں یا اس نے بھی ہمارے اکابر سے ہی لی ہیں؟ مرزا غلام احمد نے شاید اس لیۓ اپنے ماخذ کا حوالہ نہ دیا ہو کہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ دیکھو یہ مدعی نبوت کس طرح حضور خاتم النبیینؐ کے امتیوں سے خوشہ چینی کر رہا ہے۔ پھر دوست محمد صاحب کو یہ کہنے کی کبھی ہمت نہ ہوتی کہ حضرت تھانویؒ نے مرزا صاحب سے کسب فیض کیا ہے۔

دوست محمد صاحب کے ان الفاظ کو دیکھیۓ اور ان کی جسارت پر غور کیجیئے:۔

”حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف سے کسب فیض“ ہفت روزہ لاہور ص۱۴

دوست محمد کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مرزا صاحب کے دوسرے اکابر علماء اسلام کی تصانیف سے لیئے گئے مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے اگر اُس مولف نے اپنی کتاب میں بلا حوالہ لے لئے اور پھر حضرت مولانا تھانویؒ نے انہیں کتاب کا اجمالی حوالہ دے کر اپنی تالیف میں نقل کر دیا تو اس میں شرعًا اور اخلاقًا کوئی عیب نہیں ہے۔

کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا۔

حکمت کی بات مومن کی اپنی ہی میراث تھی۔ اگر اسے دوسروں نے بھی لے لیا اور پھر مومن اُن سے لے لے تو وہ اُس کا ان سے زیادہ حقدار ہے اس لئے اسے بات کو کبھی غیر کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیئے یہ تو اس کے اپنے گھر کی چیز تھی۔

حضرت مولانا تھانویؒ اپنی اس کتاب میں اس مولف کے نام کا حوالہ دے دیتے جس کی کتاب سے انہوں نے یہ اقتباسات لئے ہیں۔ تو یہ بات بجائے خود غلط ہوتی کہ جو مضامین اوپر کے بزرگوں کی کتابوں میں پائے جاتے تھے حضرت تھانویؒ نے انہیں اس قسم کے ایک غیر ذمہ دار مولف کے حوالے سے کیوں پیش کیا ہے۔ حضرت نے جس ابہام اور اجمالی حوالے سے یہ مضامین اس کتاب سے نقل کئے ہیں عقل و دانش اور عدل و انصاف کا یہی تقاضا تھا۔ حدیث میں ہے۔ انزلوا الناس منازلھم لوگوں کو اس درجہ میں رکھو جس درجہ کے وہ اہل ہیں۔ مؤلف مذکور اسی درجے کا مستحق تھا جس درجے میں حضرت تھانویؒ نے اس کا حوالہ دیا ہے اگر وہ اس قابل ہوتا کہ اس کا نام ذکر کیا جائے۔ تو حضرت تھانوی اسے ضرور ذکر کر دیتے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ دوست محمد شاہد نے حضرت تھانویؒ کے اس اجمالی حوالے کا ذکر کئے بغیر ان پر جو الزام عائد کیا ہے یہ ایک بہت بڑی خیانت کی ہے۔ اگر وہ یہ ذکر کر کے کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے اس کتاب میں کسی دوسرے سے اخذ کیا ہے اور حضرت تھانوی نے اسے اجمالاً ذکر بھی کر دیا ہے پھر اپنا تجزیہ کرتا تو ہم یہی کہتے کہ اس کی سوچ غلط ہے اس پر خیانت کا الزام نہ لگاتے لیکن اب ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ

(باقی ۱۷ پر)

خسروی - کراچی، ۱۸۰۶

تنقید یا تکفیر؟؟؟!

یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ مصر کی جماعت اخوان المسلمون“ اور پاک و ہند کی”جماعت اسلامی“ شروع ہی سے ایک دوسرے کی محبوب و ممدوح ہیں۔ لیکن اس باہمی مودت و محبت اور مدح سرائی کی حقیقی اساس آیا صرف دینی ہے، جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے، یا درپردہ کچھ اور بھی عوامل اس مرافقت اور موافقت کے ہیں، یہ اگر معلوم کرنا ہے تو دونوں کے عقاید و افکار و نظریات کا تقابلی مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

جماعت اسلامی کے مؤسس کی وہ نگارشات تو جو انہوں نے نام نہاد ”پیدائشی مسلمانوں“ میں اپنی مزعومہ مجتہدانہ نظریات کی تبلیغ و تشہیر کے لئے سپرد قرطاس کی تھیں، تقریبًا سب ہی منظر عام پر آ چکی ہیں۔ لیکن ” اخوان المسلمون“ کے اکابر کی تحریروں سے اردو خواں پاکستانی اور ہندوستانی مسلمان ہنوز نابلد ہیں۔ بہر حال، ما لا یدرک کلہ، لا یترک کلہ اور مشتے نمونہ از خروارے، کے مصداق اگر اس مصری جماعت کے عقاید و افکار و نظریات کی جھلک دیکھنی ہو تو اس کے معروف اکابر میں سے صرف ایک، سید قطب مصری کی ایک تصنیف موسومہ بہ”التصویر الفنی فی القرآن“ ہی کا مطالعہ کافی ہے جس کا اردو ترجمہ ”قرآن مجید کے فنی محاسن“ کے عنوان سے ماضی قریب میں شائع ہوا ہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۳۰۲ سے ”قرآنی واقعات میں شخصیت نگاری“ کے عنوان باب اور”زود رنج قائد“ کے ذیلی عنوان سے حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی شخصیت نگاری شروع ہوتی ہے جو پانچ صفحات پر صفحہ ۳۰۶ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس مُبیّنہ” شخصیت نگاری“ میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے کوائف حیات اور کردار نبوت و رسالت کی قرآنی شواہد و آیات سے من مانی توجیہات پیش کرتے ہوئے، صرف ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار، جا بجا، ملفوظًا اور مفہومًا انہیں مندرجہ ذیل مذموم فکری، عملی اور قولی عیوب سے متہم کیا گیا ہے:۔

۱۔ زود رنج ۲۔ عصبی المزاج
۳۔ قومی تعصب والا ۴۔ ڈرپوک
۵۔ گھبرا جانے والا ۶۔ وعدہ خلاف
۷۔ توبہ شکن ۸۔ فراموش کار
۹۔ متشدد ۱۰۔ مغلوب الغضب
۱۱۔ غیر صابر ۱۲۔ بغض و عناد رکھنے والا
۱۳۔ بھگوڑا۔

اس باب میں اخوان المسلمون کے اس بطل عظیم کو خدا کے ایک جلیل القدر، صاحب کتاب رسول کی جو خرابیاں نظر آئی ہیں ان کا تقابلی مطالعہ اگر جماعت اسلامی کے مؤسس و مرشد کی ان تحریروں کے ساتھ کیا جائے جن میں مؤخر الذکر نے نبیوںؑ اور رسولوںؑ سے لے کر اصحابؓ رسولؐ اللہ تک کی ذات و صفات و افکار و افعال و اقوال پر بزعم خود جرح و تنقید فرما کر اسی طرح ”شخصیت نگاری“ کا فریضہ ادا کیا ہے، تو ان دونوں بظاہر دینی و بباطن سیاسی جماعتوں کی فکر و نظر میں ہم آہنگی کی وہ اساس آسانی سے نظر آ جاتی ہے جس کی وجہ سے ان دونوں میں انتہائی ارتباط قلبی پر مبنی ستائش باہمی اور عملی رفاقت کا یہ سلسلہ شروع ہی سے قائم چلا آتا ہے۔

اس عہد کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ جیسے جیسے اصحاب علم و فن اور ارباب فکر و نظر کم ہوتے جاتے ہیں، نام نہاد و بزعم خود ناقدین کرام میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، حالانکہ اہلیت تنقید کا مصدقہ معیار یہ ہے، جس سے مشرق و مغرب میں کوئی انکار نہیں کر سکتا، کہ ناقد کا علمی و فکری قد، ہدف تنقید شخصیت کی قامت سے زیادہ نہیں تو کم از کم مساوی تو ہونا چاہیئے تاکہ جس پر تنقید کرے اس کے افکار و نظریات

اور اقوال و اعمال کی اساس سمجھ تو سکے۔ یہ اصول ہر قسم کی تنقید کے لئے عام ہے۔ خواہ ادبی ہو، علمی ہو، فنّی ہو، سائنسی ہو، قانونی ہو، منطقی ہو، فلسفیانہ ہو، نظری ہو، فکری ہو، دینی ہو یا کسی اور شعبۂ زندگی سے متعلق۔ پھر یہ کہ اگر ماضی کی کوئی شخصیت معرضِ تنقید میں آئے تو اس کے عصری تقاضوں، اسباب و عواطف، معاشی، معاشرتی اور سماجی رجحانات، تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی جبریت کا ادراک و احساس کرنے کی صلاحیت بھی ناقد میں پوری پوری ہو۔ لیکن ہمارے اس دور میں ہر میدان میں سریع و ارزاں شہرت اندوزی کا ذریعہ چونکا دینے والی نام نہاد تنقید نگاری کو بنا لیا گیا ہے۔ اب سے پہلے یہ کبھی دیکھا یا سُنا نہیں گیا کہ کسی علم یا فن کے ماہر پر کسی ایسے شخص کی رائے کو درخورِ توجہ سمجھا گیا ہو جو خود اس علم یا فن میں کم از کم اُسی حد تک مہارت و نظر نہ رکھتا ہو جس کی حامل وہ ہدفِ تنقید شخصیت ہو۔ لیکن جہل مرکب کے اس عہد میں، حریت و جمہوریت کا مفہوم یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ ہر شخص کو ہر شخص پر جرح و تنقید کا فطری حق حاصل ہے، خواہ دونوں کی شخصیات میں ذرہ و آفتاب کا تناسب ہو۔ اگر دنیاوی شخصیات پر جرح و تنقید کی اس مزعومہ آزادی سے کام لیا جائے تو اس کے عواقب تو صرف اسی زندگی تک محدود رہتے ہیں لیکن جب اس حریتِ رائے کی زد میں دینی شخصیات آ جائیں تو اندیشہ خسر الدنیا سے بڑھ کر خسر الآخرت کا پیدا ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

قابل غور یہ ہے کہ موسومہ بالا ہر دو ناقدین کی علمی و عملی اور فکری و دینی قامتیں ان صحابہؓ کرام کے مقابلہ میں کتنی ہیں جن کے گھوڑوں کے سموں سے اُڑنے والی خاک بھی عند اللہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک سے عزیز تر تھی اور پھر ان صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں ان انبیاء علیہم السلام کے مراتب کتنے ارفع و اعلیٰ ہیں جن کی اتباع و تقلید کی ہدایات من جانب اللہ خود سرورِ انبیاءؑ کو بار بار دی گئی اور جن کے کوائف حیات دنیوی بطور اُسوہ اور مثال حضورؐ سے بیان کئے گئے اور بلاشبہ انہیں انبیاء اولوالعزم میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام بھی ہیں جن کی سیرت و کردار کو اس بے باکی، دریدہ دہنی اور عاقبت نااندیشی سے مذکورہ دونوں نام نہاد دینی جماعتوں کے مرشدین نے ہدفِ تنقید و تضحیک بنا کر اپنی دانست میں بے نظیر علمی اور اسلامی خدمات انجام دی ہیں۔

اگر حضرت کلیم اللہؑ جیسے جلیل القدر و صاحب کتاب نبی کی سیرت و کردار میں وہ سب عیوب تھے جو سید قطب مصری اور ان کے ہم فکر و نظر پاکستانی مفتی پر تدبر فی القرآن سے منکشف ہوئے تو پھر حضرت موسیٰؑ سے کمتر مراتب کے انبیاء میں تو یقیناً اور بھی زیادہ نمعلوم کیا کیا اور کس نوعیت کے معائب ہوں گے۔ اور جب اس جیشِ ہدایت کے ہراول دستوں کے یہ سب قائدین ایسے تھے تو اس کے سپہ سالارِ اعظمؐ کی سیرت و کردار کے متعلق کیا سمجھا جائے گا؟ قرآنی ہدایت تو یہ ہے کہ تمام انبیاءؑ و رسل ایک ہی جنس کے افراد ہیں اور ان میں کوئی تفریق نہ کی جائے۔ لہٰذا اگر ان سے کسی ایک کو بھی ایسی سیرت و کردار کا مانا جائے جیسی سید قطب نے بیان کی ہیں تو یا تو اُسے اس جماعت سے تفریق کرنا پڑے گا ورنہ تو پھر سب ہی کو ایسا ہی بد سیرت ماننا پڑے گا۔ اگر اس جماعت انبیاءؑ میں سے کسی ایک کا بھی دامنِ کردار ان عیوب سے آلودہ ہے تو پھر ساری جماعت میں، حضرت آدمؑ سے حضورؐ تک، کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں سمجھا جا سکتا، کیونکہ ہم تو "لا نفرق بین احدٍ من رسلہ" کے قائل ہیں۔ یہ بات یہیں تک نہیں رہتی بلکہ آگے بڑھ کر خود اس ہادیٔ مطلق تک پہنچتی ہے جس نے ایسے کردار کے لوگوں کو منتخب کر کے ہدایتِ خلق کے لئے مامور و مبعوث کیا جو خود ہی ہر نوع کے عیوب کے مجموعے تھے۔

کیونکہ ہر نبی اپنی قوم کے لئے مثال بنا کر بھیجا گیا تھا، جس کے اعمال و افکار کی مکمل اقتداء اس کی قوم پر واجب تھی، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے انبیاء نے اپنی قوموں کے سامنے جب اپنے ایسے ہی کردار کے نمونے پیش کئے ہوں گے تو خدا کو ان کے مبعوث کرنے سے لوگوں کو کس راستے کی طرف ہدایت مقصود تھی؟ جن کے کردار و سیرت میں خود ہی ایسے ہی ایسے نقائص تھے وہ اپنے متبعین کی تکمیل کیسے کر سکے ہوں گے؟ اکابرِ سابقہ کے ان ناقدین کا مقصدِ وحید ان حضرات کی تصغیر و تحقیر و کردار کُشی سے خود اپنی تکبیر و تعظیم ہوتا ہے تاکہ لوگوں کی نگاہِ عقیدت ماضی کی ان شخصیتوں سے ہٹ کر صرف ان ہی پر مرکوز ہو جائے اور رہے اور پس منظر کو تاریک دکھا کر اپنی تصویر کو اُجاگر کیا جا سکے۔

اگر ان لوگوں کا یہ خود ساختہ اصول صحیح مان لیا جائے کہ کوئی بڑی سے بڑی شخصیت بھی تنقید سے بالا نہیں ہے (حضورؐ کو مستثنیٰ محض خوفِ خلق سے کہتے ہیں) تو پھر کیا انہیں یہ گوارا ہوگا کہ اگر خود ان کے خاندانی بزرگوں میں سے کسی میں انہیں تیرہ۱۳ عیوب میں سے کچھ عیوب ہوں جو انہوں نے حضرت موسیٰؑ میں دریافت کئے ہیں تو ایسے ہی بے باکانہ انداز اور دانشگاف الفاظ میں خود بیان کر دیں یا اگر کوئی دوسرا شخص ایسی ہی دریدہ دہنی سے تنقیداً گنوائے تو برداشت کر سکیں؟ اگر اس اصول کا اطلاق اپنے باپ دادا پر گوارا نہیں کر سکتے (جو کہ واقعہ ہے) تو پھر انبیاءؑ عظام وصحابہ کرامؓ پر تنقید کے نام سے ایسے اتہامات کی جسارت کی غرض محض وہی سمجھی جائے گی جس کی نشان دہی سطور ماسبق میں کی گئی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کسی ایک بھی نبی کو کسی عیب سے متہم کرنا پورے انبیاءؑ کی تحقیر ہے اور علیٰ ہٰذا القیاس حضورؐ کے اصحابؓ میں سے کسی کی تصغیر نہ صرف اس پوری جماعت بلکہ خود اس جماعت ساز شخصیتؐ کی بھی تنکیر ہے جس کے فیضان صحبت و تربیت کے یہ حضرات مظاہر تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ۔

اس کتاب میں مذکور دیگر انبیاءؑ پر ایسی تہمت تراشی نہیں کی گئی ہے کیونکہ مصنف سمجھتا تھا کہ جب شجر نبوت کے ایک ثمر میں سے طرح طرح کے مفروضہ کیڑے نکال کر دکھا دیئے گئے تو قاری خود ہی سمجھ لے گا کہ باقی پھل بھی ایسے ہی کرم خوردہ اور سڑے ہوئے ہوں گے۔

بقیہ: مرزائیوں . . . .

دوست محمد شاہد نے مولانا تھانویؒ کی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کی گئی بات کو نقل کئے بغیر جو الزام تراشی کی ہے اس میں اس نے صریح خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ اور یہی قادیانی علم کلام ہے۔ جس کے گرد ان کے عقائد و افکار کی چکی گھومتی ہے۔

بقیہ: پیام شاہ جہانپوری

انسان گونگے ہو جاتے ہیں اور فقط عیسیٰ علیہ السلام نے ہی کھولت میں کلام کیا۔ فیصلہ صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ اور جس دنیا میں انسان رہتے ہیں اس میں ان کا وجود نہ رہا اور کھولت کی عمر میں اس دنیا میں نازل ہو کر لوگوں سے کلام کریں گے یہی تو معجزہ ہوگا ورنہ کلام الٰہی پر مبالغہ آرائی کی تہمت آئے گی۔

اللہ تعالےٰ صحیح علم و عقل عنایت فرمائے۔

مولانا عبدالحق

مدرسہ مفتاح العلوم حیدر آباد (سندھ)



عَلٰی طَعَامِہٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھانے لگے اور کھانے پر خدا کا نام لینا بھول جائے تو اسے جب یاد آئے تو یہ کہنا چاہیئے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ (میں کھانے کی ابتدا سے انتہا تک اللہ کا نام لیتا ہوں)

(ترمذی اور ابوداؤد)

مرسلہ: محمد افضل سمندری

پیام شاہجہان پوری کے نام کھلا خط

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

آپ کی مرتبہ کتاب "۱۸۵۷ء کا جہاد" کے مطالعہ سے آپ کی شخصیت کا پتہ لگ گیا تھا۔ آپ نے آنجہانی مرزا غلام احمد علیہ ماعلیہ کے فتویٰ کہ "انگریز سے جہاد حرام ہے" کو صحیح ثابت کرنے کے لئے علماء دیوبند کو بھی انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی اور ان کی سب قربانیاں دہلی کے بازاروں میں پھانسی جزیرہ انڈیمان میں قیدوبند کی صعوبتیں تحریک ریشمی رومال اور انگریزوں کے خلاف دارالحرب کا فتویٰ اور انگریزوں کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے کا فتویٰ سب کچھ آپ کی نگاہ میں انگریزوں کی ایجنٹی کے کام تھے۔ پھر جب میں نے آپ کو خط لکھا تو آپ نے جو طویل اوٹ پٹانگ جواب دیا اس سے مزید یقین ہوا کہ آپ آنجہانی مرزا غلام احمد کے غلاموں میں سے ہیں اور آپ کا یہ وہی طریقہ کار ہے کہ اپنے گناہ پر پردہ ڈالنے کے لئے بڑوں کو بھی اسی گناہ میں ملوث کرنے کی کوشش کی جائے جس طرح مرزا غلام احمد شراب پیتا تھا جب اس بات پر ٹوکا گیا تو جواب یہ دیا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ چونکہ میں مسیح موعود ہوں لہٰذا میں شراب پیتا ہوں۔ ابھی آپ کا ارسال کردہ پندرہ روزہ رسالہ **تقاضے** موصول ہوا۔

اداریہ میں جھوٹ کے عنوان سے آپ نے ۹ نمبر اس کو دئے ہیں جس نے یہ کہا کہ علماء نے فتویٰ کفر ترک کر دیا ہے لیکن آپ نے اپنے گریبان میں نہیں جھانکا کہ مرزا غلام احمد نے دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہا بلکہ یہاں تک کہ جنہوں نے مرزا کا نام تک نہیں سنا وہ بھی کافر ہیں۔ بلکہ نہایت ہی پاکیزہ زبان استعمال کی ہے کہ جو مرزا کو نبی نہیں مانتے وہ کنجریوں کی اولاد ہیں جنگل کے خنزیر ہیں۔ ولدالحرام ہیں ذرا مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ تو فرمائیں کہ انہوں نے کس قسم کی زبان استعمال کی ہے ان کو آپ کونسا نمبر دیں گے؟

پھر آپ نے اس رسالے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ چھیڑا ہے اور بے بنیاد دلیل دی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی وفات مسیح کے قائل تھے حالانکہ قرآن پاک خود حیات مسیح کا اعلان فرما رہا ہے اور احادیث متواترہ سے حیات مسیح ثابت ہے تفسیر قرآن بالقرآن اور تفسیر قرآن بالحدیث اور تفسیر قرآن بالاجماع درست ہے اور تفسیر قرآن بالرائے کفر ہے یہ امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔

میرا چھوٹا سا سوال ہے کہ بتایئے قرآن میں مبالغہ آرائی ہے یا قرآن مبالغہ آرائی سے پاک ہے؟ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمان الٰہی ہے۔ یکلم الناس فی المھد وکھلا "آپ کلام کریں گے ماں کی گود یا جھولے میں اور کھولت میں"۔ آپ ذرا بتائیں کہ ماں کی گود میں کلام تو قرآن پاک میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا انی عبد اللہ لیکن آپ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کھولت میں کس سے کلام کیا ہے اور کھولت میں بطور معجزہ ہے۔ آپؑ کا جس طرح ماں کی گود میں کلام کرنا معجزہ ہے اسی طرح کھولت میں کلام کرنا بھی معجزہ ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں تو پھر یہ معجزہ کب صادر ہوا ہے۔ یا بتائیں کہ قرآن نے ایسے ہی مبالغہ آرائی کی ہے اور اگر آپ کہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ تندرست ہو گئے تھے اور طویل سفر کر کے کشمیر آ گئے اور یہاں فوت ہو گئے۔ تو پھر کھولت میں کلام کونسا معجزہ ہوا کیا کھولت کی عمر میں سب

باقی ۱۷ پر

تاریخ اسلام کے چند ضروری اعداد و شمار

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف	۳۰ اپریل ۵۷۱ء
۲۔ ولادت حضرت ابوبکر صدیقؓ	۵۷۳ء
۳۔ ولادت حضرت عثمان غنیؓ	۵۷۵ء
۴۔ وفات حضرت آمنہ خاتون	۵۷۷ء
۵۔ وفات حضرت عبدالمطلب	۵۷۹ء
۶۔ ولادت حضرت فاروق اعظمؓ	۵۸۲ء
۷۔ ملک شام کا پہلا سفر	۵۸۲ء
۸۔ ملک شام کا دوسرا سفر	۵۹۵ء
۹۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح	۵۹۶ء
۱۰۔ ولادت حضرت قاسم ابن آنحضرتؐ	۵۹۸ء
۱۱۔ ولادت حضرت زینبؓ بنت آنحضرتؐ	۶۰۰ء
۱۲۔ وفات حضرت قاسم ابن آنحضرتؐ	"
۱۳۔ ولادت علی مرتضیٰؓ	"
۱۴۔ تعمیر خانہ کعبہ و نصب سنگ اسود	۶۰۵ء
۱۵۔ آغاز وحی (رمضان)	۶۱۰ء
۱۶۔ ولادت حضرت عائشہ صدیقہؓ	۶۱۳-۱۴ء
۱۷۔ اسلام حضرت ابوبکرؓ	۱ نبوی
۱۸۔ اسلام حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	" "
۱۹۔ اسلام حضرت علی مرتضیٰؓ	" "
۲۰۔ ولادت حضرت فاطمۃ الزہراؓ	" "
۲۱۔ کوہ صفا پر آنحضرتؐ کا پہلا وعظ	۳ "
۲۲۔ ہجرت بجانب حبش پہلی بار	۵ "
۲۳۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام	۶ "
۲۴۔ مقاطعہ قریش یعنی شعب ابی طالب میں بنو ہاشم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی محصوری	۶-۷-۸ "
۲۵۔ آنحضرتؐ کا سفر طائف	۱۰ "
۲۶۔ وفات حضرت خدیجہؓ و ابو طالب	" "
۲۷۔ حضرت عائشہؓ و حضرت سودہؓ سے آنحضرتؐ کا عقد	" "
۲۸۔ واقعہ معراج اور نماز پنجگانہ کا حکم	۹-۱۰ "
۲۹۔ بیعت عقبۂ اولیٰ	۱۱ نبوی
۳۰۔ بیعت عقبۂ ثانیہ	۱۲ "
۳۱۔ ہجرت مدینہ منورہ ۸ ربیع الاول (مطابق ۲۰ دسمبر ۶۲۲ء)	۱ھ
۳۲۔ تعمیر مسجد قبا	" "
۳۳۔ مدینہ کا پہلا جمعہ و پہلا خطبہ	" "
۳۴۔ آغاز تعمیر مسجد نبوی	" "
۳۵۔ یہودیوں سے معاہدے	" "
۳۶۔ ولادت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	" "
۳۷۔ غزوۂ بدر (رمضان)	۲ھ
۳۸۔ وفات حضرت رقیہؓ بنت آنحضرتؐ	"
۳۹۔ غزوۂ بنی قینقاع	"
۴۰۔ غزوۂ سویق	"
۴۱۔ نکاح حضرت فاطمۃ الزہراؓ	"
۴۲۔ غزوۂ احد (شوال)	۳ھ
۴۳۔ شہادت حضرت حمزہؓ	"
۴۴۔ حضرت حفصہؓ و حضرت زینبؓ سے آنحضرتؐ کا عقد	"
۴۵۔ حضرت ام کلثومؓ بنت آنحضرتؐ کا عقد حضرت عثمانؓ سے	"
۴۶۔ ولادت حضرت حسن مجتبیٰؓ	"
۴۷۔ اعلان حرمت شراب	۴ھ
۴۸۔ غزوۂ بنو نضیر	"
۴۹۔ حضرت ام سلمہؓ سے آنحضرتؐ کا عقد	"
۵۰۔ ولادت حضرت حسینؓ شہید کربلا	"
۵۱۔ غزوۂ مریسیع، واقعہ افک، غزوۂ احزاب	"
۵۲۔ یہودی قبیلہ بنی قریظہ کا خاتمہ	"
۵۳۔ حضرت جویریہؓ سے آنحضرتؐ کا عقد	"
۵۴۔ بیعت رضوان	۶ھ
۵۵۔ صلح حدیبیہ	"
۵۶۔ شاہان عالم کے نام آنحضرتؐ کے دعوتی خطوط	"

۵۷۔ غزوۂ خیبر — سنہ ۶ھ
۵۸۔ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت صفیہؓ سے آنحضرتؐ کا عقد — 〃
۵۹۔ غزوۂ موتہ، فتح مکہ، غزوۂ حنین، جنگِ اوطاس و محاصرہ طائف — سنہ ۸ھ
۶۰۔ ولادت حضرت ابراہیم ابن آنحضرتؐ — 〃
۶۱۔ وفات حضرت زینب بنت آنحضرتؐ — 〃
۶۲۔ واقعہ ایلا۔ غزوۂ تبوک — سنہ ۹ھ
۶۳۔ حجۃ الوداع اور وفات حضرت ابراہیم ابن آنحضرتؐ — سنہ ۱۰ھ
۶۴۔ آنحضرتؐ کی وفات کا حادثۂ ہوشربا ۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ — سنہ ۱۱ھ
۶۵۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت — 〃
۶۶۔ فتنۂ ارتداد، مسیلمہ کذاب کا قتل، عراق پر فوج کشی — سنہ ۱۲ھ
۶۷۔ وفات حضرت فاطمۃ زہراؓ اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی امارت — 〃
۶۸۔ حضرت خالدؓ کی فتوحات۔ کاظمہ، مدار، دلجہ، انبار، کرخ — 〃
۶۹۔ ملک شام پر فوج کشی، دمشق کا محاصرہ — سنہ ۱۳ھ
۷۰۔ وفات حضرت صدیق رضؓ اور بیعت خلافت حضرت عمرؓ — 〃
۷۱۔ فتح قادسیہ، فتح دمشق و حمص — سنہ ۱۴ھ
۷۲۔ جنگ یرموک — سنہ ۱۵ھ
۷۳۔ مدائن میں اسلامی فوج کا داخلہ و فتح عراق — سنہ ۱۶ھ
۷۴۔ فتح بیت المقدس و خوزستان — 〃
۷۵۔ فتح جزیرہ اور عراق عجم پر مسلمانوں کا حملہ — سنہ ۱۷ھ
۷۶۔ حضرت خالدؓ کی معزولی اور حرم کی توسیع — 〃
۷۷۔ مسجد نبوی کی توسیع — سنہ ۱۸ھ
۷۸۔ فتح ملک شام — سنہ ۱۹ھ
۷۹۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کی مصر پر فوج کشی — سنہ ۲۱ھ
۸۰۔ فتوحات رے۔ فارس، اسکندریہ، طبرستان، آذربائیجان و خراسان وغیرہ — سنہ ۲۲ھ
۸۱۔ کرمان اور سندھ پر مسلمانوں کا حملہ — سنہ ۲۳ھ

۸۲۔ شہادت حضرت فاروق اعظمؓ اور بیعت حضرت عثمان غنیؓ — یکم محرم سنہ ۲۴ھ
۸۳۔ ایشیاء کوچک پر حضرت معاویہؓ کا تسلّط — سنہ ۲۵ھ
۸۴۔ طرابلس، ٹیونس، مراکش اور الجزائر کی فتح — سنہ ۲۷ھ
۸۵۔ حضرت معاویہؓ کا قبرص پر تسلّط اور بحری بیڑہ کا آغاز — 〃
۸۶۔ مصحف صدیقی کی اشاعت — سنہ ۲۸ھ
۸۷۔ ایران اور خراسان پر اسلامی قبضہ اور تعمیر مسجد نبوی — سنہ ۲۹ھ
۸۸۔ غزنہ وغیرہ پر قبضہ اور کابل تک اسلامی تسلط — سنہ ۳۰ھ
۸۹۔ فتنہ ابن سبا کا آغاز — سنہ ۳۱ھ
۹۰۔ حضرت معاویہؓ کا قسطنطنیہ پر حملہ — سنہ ۳۲ھ
۹۱۔ ابن سبا کا بصرہ سے اخراج اور مصر و کوفہ میں قیام — سنہ ۳۳ھ
۹۲۔ کوفہ سے حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کا آغاز — سنہ ۳۴ھ
۹۳۔ مدینہ پر باغیوں کی یورش، شہادت حضرت عثمانؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی خلافت — سنہ ۳۵ھ
۹۴۔ جنگ جمل — سنہ ۳۶ھ
۹۵۔ جنگ صفین اور واقعہ تحکیم — سنہ ۳۷ھ
۹۶۔ خوارج کا آغاز اور حضرت معاویہؓ کا دعوئے خلافت — سنہ ۳۸ھ
۹۷۔ حضرت مرتضیٰؓ کی شہادت، آغاز خلافت حضرت حسن مجتبیٰؓ اور دست برداری بحق حضرت معاویہؓ — سنہ ۴۱ھ

شیعہ رہنما مفتی جعفر حسین
کی پریس کانفرنس پر
مدیر خدام الدین کا فاضلانہ ادارتی نوٹ
آئندہ ہفتہ ملاحظہ فرمائیں
(ادارہ)

مغربی علوم و فنون پر اسلام کا اثر

مولوی فضیل الرحمٰن عثمانی (فاضل دیوبند)

ضروری تو نہیں ہے کہ جو قوم سیاسی اعتبار سے غلام ہو اس کو ذہنی و فکری لحاظ سے بھی غلام کہا جائے۔ لیکن عموماً ہوتا یہی ہے کہ کسی قوم کی مادی مغلوبیت اس کے ذہنی و فکری انحطاط کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

مسلمان آج کل کچھ اسی قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔ اگر کہیں سیاسی و مادی اعتبار سے آزاد بھی ہیں تو ذہنی اعتبار سے وہی غلامی ان کے ہر گوشۂ حیات میں کارفرما نظر آتی ہے۔ وہ مغرب کی متعین کردہ راہوں پر چلتے، مغرب کے دماغ سے سوچتے اور مغرب ہی کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اپنی تہذیب، ثقافت، ترقیات کو بھول کر مغرب ہی کو اصل معیار زندگی مان بیٹھے ہیں۔ اسلامی علم و عمل اور قرآنی معیار کو چھوڑ کر مغرب کی تقلید کر رہے ہیں اور غیر شعوری طور پر یہ مفروضہ دل میں جاگزیں ہو چکا ہے کہ جو مغرب کہتا ہے وہی حق اور وہی صحت و درستگی کا اصل معیار ہے لیکن اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ کہ مغرب کی یہ قابلِ رشک ترقی خود مسلمانوں ہی کی مرہونِ منت ہے۔ یہ موجودہ روشنی اسی چراغ کی ہے۔ جو کبھی خود مسلمانوں نے روشن کیا تھا۔

آسمانِ یورپ آفتابِ اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور گویا منتظر تھا کہ اسلام کا درخشاں آفتاب افقِ مشرق سے طلوع ہو اور تمام ظلمت و تاریکی کو نور سے بدل دے، وہاں کی پیاسی زمین اب اس بات کی محتاج تھی کہ اسلام کا ابرِ کرم اٹھے اور اپنے فیض و عطا کی بارش برسائے۔ اہلِ یورپ نے جہاں عربوں کے پاکیزہ تمدن سے بہت کچھ حاصل کیا۔ وہیں انہوں نے ان کے بے پایاں علم و فن سے بھی خوشہ چینی کی اور ان کی موجودہ ترقی کی بنیادیں عربوں ہی کے علوم و فنون پر استوار ہیں۔ چنانچہ ایک مغربی مصنف "گسٹیو ڈی کونڈری" اپنی کتاب "تاریخ تمدن" میں لکھتے ہیں:۔

"صدیوں تک عربوں نے تمدن کی تاریخ میں مہتم بالشان خدمات انجام دیں وہ نہ صرف ایشیا کے دور دراز ملکوں میں علم کی اشاعت کرتے رہے بلکہ یورپ کو بھی ایسے علوم سکھائے جن سے مغربی اقوام نے بڑا نفع حاصل کیا۔"

اسی سلسلہ میں مسٹر اسٹینلی لین پول کی رائے بھی پیش کرتا ہوں:۔

"مختلف علوم و فنون میں جیسی ترقی اسپین کے مسلمانوں نے کی تھی کسی دوسرے ملک یا قوم نے نہیں کی۔ انگلینڈ، فرانس اور جرمنی سے طلبا اس چشمہ سے سیراب ہونے کے لیے آئے تھے جو صرف اسپین کے شہروں میں بہتا تھا۔ اندلس کے طبیب اور جراح تمام دنیا سے آگے تھے۔ علم ریاضی، ہیئت، نباتات، فلسفہ اور فقہ کی تکمیل صرف اسپین میں ہو سکتی تھی۔ زراعت، آبپاشی، قلعہ بندی، جہاز سازی وغیرہ میں بھی وہاں کے مسلمان اعلیٰ درجہ پر تھے۔"

کیا تاریخ بھول سکتی ہے؟ کہ گھڑی سب سے پہلے "فرینکس" کے شہنشاہ "شارلین" کو ایک مسلمان بادشاہ کی طرف سے ہدیہ بھیجی گئی تھی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ گھڑی کی ایجاد مسلمانوں سے ہوئی۔ لیکن دسویں صدی میں حالات نے کروٹ لی۔ اور ایک نیا انقلاب رونما ہوا۔ "پاپائے روم" کی ترغیب پر یورپ بیت المقدس کو فتح کرنے کے لیے جنگ میں مصروف ہو گیا اس جنگ کے دوران اہلِ یورپ نے عربوں کے اخلاق اور تمدن کا بغور اور قریب سے مطالعہ کیا اور پہلی بار انہیں مختلف

شعبہ ہائے حیات میں عربوں کی برتری کا اندازہ ہوا۔ چنانچہ یہیں سے یورپ کے علمی و فکری انقلاب کا آغاز ہوتا ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں یورپ نہ صرف علمی و فنی حیثیت سے تہی دامن تھا بلکہ مذہبی لحاظ سے بھی پوری طرح دیوالیہ ہو چکا تھا۔ مذہبی رہنماؤں کے ہاتھوں دین عیسوی کی صالح قدریں مسخ ہو چکی تھیں۔ "پاپائے روم" غیر محدود اختیارات کا مالک ہوا کرتا تھا اس نے ان اختیارات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک کثیر رقم کے عوض "معافی نامہ" کی تقسیم کا طریقہ رائج کیا۔ معافی نامہ دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ کا ایک پروانہ یا سرٹیفکیٹ تھا۔ لیکن اہل یورپ نے جب "اسلامی تعلیمات" اور "قرآن مجید" کی خوبیوں کا مطالعہ کیا تو وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پاپائے روم کے جابرانہ اختیارات ان کے لیے باعثِ نفرت بن گئے۔ آخر کار کافی جدوجہد کے بعد یہ لوگ ایک آزاد مذہبی فرقہ" قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں تک میرے علم میں ہے سب سے پہلے اس مذہبی انقلاب کا تصوّر لوتھر (پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی) اور "کالون" (جنیوا کا مشہور خطیب کالونزم کا بانی) کے ذہن میں پیدا ہوا۔ "لوتھر" نے اطالوی درس گاہوں میں جہاں عربی فلسفہ کا درس دیا جاتا کرتا تھا۔ تعلیم پائی تھی اور اسے قرطبہ و غرناطہ کے علمی حلقوں سے بھی استفادہ کی نوبت آئی جو اس زمانہ میں عربی فلسفہ کی تعلیم کے مرکز تھے۔ بہرحال لوتھر اور کالون کا یہ ذہنی انقلاب اسلامی تعلیمات ہی کا مرہونِ منت تھا۔

علوم وفنون

عربوں کے تمدن سے اہل یورپ کے مذہبی تصورات ہی میں ایک خوشگوار انقلاب نہیں پیدا ہوا بلکہ ان کے تعلیمی اور فنی ڈھانچے میں بھی ایک قابل فخر تبدیلی رونما ہوئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب روم و یونان کی شاندار ترقی معدوم ہو چکی تھی ان کی علمی تصنیفات اور فنی کاوشیں افسانہ بن چکی تھیں تو دوبارہ عربوں ہی نے انہیں حیاتِ نو بخشی۔ کنگسن کالج لندن کے عربی کے پروفیسر مسٹر ایچ، اے سلیمن سی آئی ایم "سلطنت عرب کا عروج وزوال" میں لکھتے ہیں :۔

"اس مادہ میں نئی روح پھونکنے کا فخر صرف عربوں کو حاصل ہے۔ یہ عرب ہی تھے جنہوں نے گم شدہ یونانی مصنفین کو دنیا سے روشناس کرایا۔ اہل عرب نے علم کی وہ شمع روشن کی جس نے تاریخ کے سیاہ صفحات کو چمکا دیا اور یقیناً اگر عرب نہ ہوتے تو یورپ کی تاریخ اتنی شاندار نہ ہوتی۔"

مشاہدہ ہے کہ قوموں کی علمی ترقی کی ابتدا تصنیفات کے بجائے عموماً تراجم و تالیفات سے ہوتی ہے۔ عربوں نے اس میں بھی گہری دلچسپی لی اور ترجموں کی بدولت سنسکرت اور یونانی مصنفین کو زندہ جاوید بنایا۔

"پکھتال" لکھتا ہے :۔

"خلیفہ المامون کے دور میں روم و یونان کے تاریخی تراجم زیادہ تر ہوئے۔ جن کی اصل قسطنطنیہ سے قبضہ کرکے بغداد لائی گئی۔"

الجبرا

چنانچہ جہاں انہوں نے "یونانی فلسفہ" کو ترقی دی وہاں الجبرے میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ مغربی مصنفین نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ :۔

"الخوارزمی کی تصنیفات نے اہل یورپ کے لیے الجبرے کے نکات حل کرنے میں رہبر کا کام دیا ہے۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۶)

پکھتال، لکھتا ہے "الجبرا مسلمانوں کی ایجاد ہے۔" موجودہ علم کیمیا "ابوموسیٰ جعفر کوفی" کی وسیع تحقیقات کا نتیجہ ہے۔

ہیئت

علم الجبرا، ریاضی اور کیمیا کی طرح ہیئت بھی عربوں کا زیر بار احسان ہے۔ اس سلسلہ میں احمد بن محمد، حسن ابن حسین اور محمد بن وسنی کے نام خاص طور پر لیے جاتے ہیں۔ علمِ ہیئت عرب اپنے ساتھ اسپین سے لائے اور ۱۰۸۰ء میں "ابواسحاق زرقانی" نے اس میں کچھ جدول و اشکال اختراع کیں۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲ ص ۸۲۱ مطبوعہ ۱۹۱۱ء)

خوردبین کا موجد عموماً "گلیلیو" کو سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا موجد ابوالحسن تھا۔

کلام

یورپ میں ایک عام خیال ہے کہ علمِ کلام کا موجد لارڈ بیکن ہے۔ چنانچہ "ہسٹری آف دی انگلش" میں ٹامسن نے بھی لارڈ بیکن ہی کو علمِ کلام کا موجد قرار دیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ علمِ کلام کی بنیاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی ہے اور یہ بات یقین کی حد تک اس لیے کہی جا سکتی ہے کہ امام غزالیؒ کی وفات کا زمانہ بیکن کی پیدائش سے تقریباً سو برس پہلے ہے بہت ممکن ہے کہ لارڈ بیکن نے اوّلاً اس علم کو امام غزالیؒ سے لیا ہو اور بعد میں اسی کو موجد سمجھ لیا گیا ہو چونکہ بیکن اسپینی زبان جانتا تھا اور امام غزالیؒ کی تصنیفات اس وقت تک اسپینی میں منتقل ہو چکی تھیں۔

تاریخ

ابتدائً تاریخ صرف واقعات کی افسانوی نوعیت کا نام تھا اس کے اسباب و علل موضوعِ بحث نہ تھے۔ عرصہ تک "تاریخ اس صورت میں باقی رہی۔ عربوں نے اس کو ایک فن کی حیثیت دی اور واقعات کے اسباب و علل سے بحث کرنے لگے "المقری" کی تصانیف میں فن تاریخ کے نقوش نظر آتے ہیں۔ عرب مؤرخین کی یہی کوششیں اہل یورپ کے لیے چراغِ راہ بنیں —— علمِ سیاسیات کی بنیاد عرب مؤرخین کے ان ہی خیالات پر رکھی گئی ہے۔ دنیا کا مشہور ترین مؤرخ ابن خلدون اس کا امام ہے جس کی تصانیف سے اہل یورپ نے بہت کچھ خوشہ چینی کی ہے۔

جغرافیہ

تجارت نے عرب سیاحوں میں "جغرافیہ نویسی" کا شوق پیدا کیا اور وہ اپنے سفر کے واقعات قلمبند کرنے لگے۔ یہ واقعات اگرچہ ذاتی حیثیت رکھتے ہیں مگر ان کی دوسری نوعیت جغرافیائی ہے۔ یہ کہیئے کہ یہ سفرنامے ہی علمِ جغرافیہ کی بنیاد بنے، مثال کے طور پر ابن بطوطہ کا سفرنامہ بہت سے شہروں اور ملکوں کا جغرافیہ ہے اور اس کے پڑھنے سے ہم متعدد مقامات کی جغرافیائی پوزیشن جان سکتے ہیں۔

عربوں کے قدم اندلس پہنچے تو یہ خطّہ مردم خیزی کا سبزہ زار بن گیا۔ ادریسی یہیں کا رہنے والا تھا۔ جس کا جغرافیہ فنی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اہل یورپ ایک زمانہ تک ادریسی کے جغرافیہ سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ ادریسی نے ۱۱۵۴ء میں جغرافیہ لکھا۔ ادریسی کا جغرافیہ تقلیدی نہیں تحقیقی تھا۔ علاوہ تحقیق و انکشاف کے بہت سے نقشے بھی تفصیل کے ساتھ درج کئے جس نے ادریسی کے جغرافیہ کی اہمیت کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔

"پکھتال" عربوں کی جغرافیہ دانی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"عرب اپنے دَور کے عظیم ترین سیّاح، تاجر اور بحرپیما سرگزشت سفر لکھنے کے عادی تھے۔ جس جگہ سفر کرتے تھے وہاں کا نقشہ تیار کرتے تھے۔ نیز اس خطہ کے سیاسی، سماجی اور کاروباری حالات لکھتے تھے اور اسکولوں کی تعلیم اسی انداز سے ہوتی تھی۔"

علمِ طب وجراحت

فن طب کو عربوں نے آسمانِ ترقی پر پہنچا دیا تھا۔ بوعلی سینا اور ابوبکر رازی فنِ طب کے امام سمجھے جاتے ہیں اور اس فن میں ان کی تصانیف آج بھی دنیا کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

"الیفاسیس" فنِ جراحت کے امام تھے اس مایۂ ناز سرجن نے بہت سے آلاتِ جراحی ایجاد کئے فنِ جراحت پر اس کی مبسوط تصنیف آج بھی اس کے کمال کا بیّن ثبوت ہے۔ ابن رشد کو تو کون بھول سکتا ہے۔ جس نے اس فن میں اپنا جوہر کمال دکھلایا۔

آپریشن سے پہلے سُن کرنے کی دوا عربوں کی ایجاد ہے زخم کو ریشمی ٹانکوں سے سینے کا رواج عربوں نے دیا۔ موتیا بند، پتھری اور فتق جیسے امراض کا علاج آج سے بہت پہلے عرب اطبّاء دریافت کر چکے تھے۔

مسلمانوں نے ایسے شفا خانے قائم کیے جس میں امراض کے اعتبار سے طبقہ وار مریضوں کو رکھا جاتا تھا۔ اور صفائی ستھرائی کا مکمل انتظام ہوتا تھا۔

(اسلام کا ثقافتی پہلو (از پکھتال ص ۱۷)

اقوالِ زرّیں

● آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے بلا تحقیق بیان کرے۔ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)

● مصیبت کو پوشیدہ رکھنا جوانمردی ہے۔ (حضرت علیؓ)

● جو شخص اپنے آپ کو گمراہ کرے اسے کوئی راہ راست پہ نہیں لا سکتا۔ (حضرت علیؓ)

● یقین سے دل مطمئن ہوتا ہے۔ (حضرت علیؓ)

● قرض غلامی اور اس کا ادا کرنا آزادی ہے۔ (حضرت علیؓ)

● جو شخص آسودہ حال ہمسائے سے حسد کرتا ہے وہ اللہ کی حکمت و دانش کا منکر ہے (حضرت غوث الاعظمؒ)

● لالچ سے اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

● کسی کے اخلاق پہ اعتماد نہ کرو جب تک اسے غصّے کی حالت میں نہ دیکھ لو (فاروق اعظمؓ)

● ایماندار تاجر کا مرتبہ عابد کے مرتبے کے برابر ہے (امام شافعیؒ)

● حق پر چلنے والے کا پاؤں شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔ (فردوسی)

تعارف و اعلان داخلہ جامعہ حنفیہ قادریہ

۲۸۵ جی ٹی روڈ — باغبان پورہ — لاہور ۹

جس کی بنیاد ۲۵ سال پیشتر قطب الاقطاب امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ حق پرست سے رکھی۔ جس کے بعد آج تک علاقہ میں دینی خدمات انجام دے رہا ہے —— اس کی سرپرستی حضرتؒ کے شاگرد خاص حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب قادری فاضل دیوبند کر رہے ہیں۔

الحمد للہ ہر سال شعبان، رمضان میں حضرتؒ کے طرز پر دورۂ تفسیر بھی ہوتا ہے۔ درس نظامی کے اسباق بھی ہوتے رہے، شعبہ حفظ بھی جاری ہے۔ اب قلتِ وقت کے پیشِ نظر مدرسہ کے نصابِ تعلیم میں تبدیلی کر کے اس کو معیاری بنایا گیا ہے۔ جس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کی جدید تعلیم انگلش و حساب وغیرہ کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

نصابِ تعلیم موقوف علیہ (مشکوٰۃ) تک پانچ سالہ ہے اور ساتھ ہی میٹرک کا امتحان جبکہ دیگر مدارس کا نصابِ مشکوٰۃ تک سات سالہ ہے۔

اس کے علاوہ دیگر لکھے پڑھے حضرات کو ضروریاتِ دین کی تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے ایک سال میں دو سہ ماہی کورس رکھے گئے ہیں جن کا وقتِ تعلیم بعداز مغرب تا عشاء۔

مدرسہ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ظاہری دینی و دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ باطنی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اس اہم موقعہ کو غنیمت جانتے ہوتے اپنے بچوں کو مدرسہ ہذا میں داخل کرائیں۔

نوٹ: بیرونی طلباء کے داخلہ کے لئے شعبہ حفظ میں بچے کی عمر ۶ یا ۷ سال اور شعبہ کتب کے لئے حافظ قرآن یا پرائمری پاس ہونا لازمی ہے اور بیرونی طلباء کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہوگا۔

داخلہ ۸ رشوال سے آخر شوال تک جاری رہے گا۔

جامعہ کا کوئی سفیر نہیں اس لئے اہل ذوق توجہ فرمائیں۔

المعلن: جمیل الرحمٰن اختر قادری ناظم جامعہ حنفیہ قادریہ
۲۸۵ - جی ٹی روڈ — باغبان پورہ — لاہور ۹

شیرانوالہ گیٹ لاہور میں

مرتّب: ظہیر میر

تقابلِ ادیان کی علمی مجالس

انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور کے سالانہ دورۂ تفسیر میں امسال "مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ" کا اضافہ بھی کیا گیا۔ الحمد للہ یہ سلسلہ بہت کامیاب رہا۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ کے ارشاد پر حضرت پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب سے کراچی رابطہ کیا گیا علامہ صاحب ان دنوں مدرسہ انوارالقرآن کراچی میں علماء کو تدریبی دورہ تفسیر پڑھا رہے تھے۔ علامہ صاحب نے ۱۶ رجون سے ۲۷ رجون تک کا وقت شیرانوالہ گیٹ لاہور کے لئے مرحمت فرمایا۔ ان دنوں علامہ صاحب کا روزانہ لیکچر ۳ بجے سے ۵ بجے سہ پہر تک ہوتا رہا۔

دن کے اس انتہائی گرم وقت اور روزے کی حالت میں نوجوانوں کا ان مجالس میں دور دراز سے چل کر آنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ طلبہ اور نوجوانوں میں آج بھی تلاشِ علم کا جذبہ پوری قوت سے کارفرما ہے۔ ؏
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی"

مندرجہ ذیل موضوعات پر مذاہب عالم کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی۔ یہ تمام لیکچرز ٹیپ بھی ہوتے اور طلبہ انہیں لکھتے بھی رہے:۔

۱ - شریعت محمدی میں توحید خالص کی لطیف رمزیں۔
۲ - اسلام کا مسئلہ نجات اور دوسرے ادیان کے متوازی نظریات۔
۳ - ذات الٰہی میں فضل و عدل کے پیرائے۔
۴ - اصول دین، توحید، رسالت اور آخرت۔
۵ - اصول دین میں عدل و امامت کے اضافے۔
۶ - قرآن کریم کی جمع و تدوین اور الٰہی حفاظت۔
۷ - ترتیب قرآن میں تحریف کا عقیدہ
۸ - خلفائے راشدین کے ایمان کی قرآنی شہادتیں۔
۱۰ - عہد رسالت کو دنیوی پہلو سے ناکام سمجھنے کی یہودی ابتداء
۱۱ - خلافت الٰہی کے بنیادی اصول
۱۲ - بدون نبوت خلافت نبوی کے امامت کبریٰ آسمانی منصب نہیں۔
۱۳ - آسمانی امامت کا عقیدہ اماموں کی نبوت معنوی کا اقرار ہے۔
۱۴ - کیا آسمانی امامت عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے؟
۱۵ - مسلمانوں کا نسخ فی الاحکام میں اہل کتاب سے اختلاف۔
۱۶ - قرآن کریم کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ۔
۱۷ - ملت اسلامی کی تعمیر میں صحابہؓ کا کردار
۱۸ - ائمہ اہل بیت پر تنقید کرنے کی تہمتیں۔

ان لیکچرز میں کثیر تعداد میں طلبہ اور سامعین شامل ہوتے رہے۔ مندرجہ ذیل حضرات کی حاضری باقاعدہ ہوتی رہی۔

۱ - جناب یونس سیف اللہ ولد غلام محمد (ایم ایس سی)
۲ - جناب امان اللہ ولد محمد شفیع (ایف ایس سی)

۳۔ جناب امجد یار خان ولد عبداللہ خاں ایم اے فاضل دیوبند)
۴۔ جناب حافظ محمد زاہد ولد مولانا محمد بشیر ایف اے
۵۔ جناب عبدالرؤف ولد عبدالقیوم ایف اے
۶۔ جناب شاہد اکرم ولد محمد اکرم ایف اے۔
۷۔ جناب عتیق الراشدی ولد حاجی اسلم ایف اے
۸۔ جناب شوکت تنویر ولد احمد دین بی ایس سی
۹۔ جناب محمد ظہیر میر صاحب ایم اے ایل ایل بی
۱۰۔ جناب محمد امجد ولد مولانا اجمل خان ایف اے
۱۱۔ جناب محمد عمران بی ایس سی
۱۲۔ محمد ھارون ولد محمد موسیٰ ایف اے۔

میٹرک پاس نوجوانوں نے کثیر تعداد میں ان لیکچرز میں شرکت کی جن میں جناب غلام رسول ولد فتح الدین، جناب حافظ عبدالولی اعوان، جناب احمد فاروق، جناب عمران نذیر، جناب بشیر احمد ولد محمد شفیع، جناب غلام اکبر ثاقب، جناب حافظ محمد نواب، جناب محمد سجاد ساجد ولد حاجی محمد نواز، جناب اسلم صدیقی ولد علی حسن، جناب ارشد فیاض اور مشتاق احمد زیادہ باقاعدہ رہے۔

علماء کرام میں سے مولانا امداد اللہ محمودی فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا ندیم احمد قاسمی فاضل دیوبند، قاری محمد صدیق میواتی فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا قدرت اللہ عارف فاضل جامعہ مدنیہ، مولانا حبیب الرحمٰن (جڑانوالہ) مولانا شبیر احمد (کہروڑپکا)، مولانا محمد اسمٰعیل (کہروڑپکا)، مولانا محمد اسمٰعیل (ونجارہ)، مولانا عبدالوحید اشرفی (ٹاؤن شپ لاہور) حافظ محمد سلیم (جڑانوالہ) مولانا احمد دین (چونیاں) حافظ محمد ایوب (جڑانوالہ) مولانا مختار احمد (چیچہ وطنی) مولانا حافظ محمد تصور اقبال فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، حافظ سید احمد شاہ (مظفر گڑھ) مولانا محمد اشرف، (تونسہ شریف) مولانا محمد سیرت، (منچن آباد) مولانا محمد ابراہیم، (دھرم پورہ) مولانا عبدالمالک، (جھنگ) حافظ محمد طاہر (سیالکوٹ) مولانا سکندر حیات (میانوالی) مولانا ابوالبشر (فریدپور بنگلہ دیش) مولانا عبدالکریم (میلسی) مولانا عزیز الرحمٰن (اٹک) مولانا کفایت اللہ (ممدال)، مولانا غلام سرور شعیب (میلسی) مولانا عبدالرشید (لاہور) مولانا ارشد فیاض (لاہور) مولانا عبدالرؤف (سرگودھا) مولانا محمد یعقوب خان (قصور) مولانا محمد ابراہیم (ٹنڈو اللہ یار) مولانا عبدالقدوس سعدی (دریا خان) مولانا شبیر احمد (لاہور) مولانا محمد نفیس (لاہور) مولانا عبدالستار (ملتان) نے ان لیکچرز میں شرکت کی

نصائحِ غوثِ اعظم رح

★ ولی اللہ یعنی خدا کا دوست روئے زمین پر خدا تعالیٰ کی خوشبو ہوتی ہے۔ سونگتے ہیں اس خوشبو کو سچے راستباز طالب۔ پس یہ خوشبو ان طالبوں کے دلوں کو پہنچ جاتی ہے اور وہ اپنے اپنے مرتبوں کے تفاوت کے موافق اپنے پروردگار کے مشتاق ہو جاتے ہیں۔

★ جو شخص خدا کے ساتھ مشتغل ہو جاوے ہر چیز اس کی طرف جھک جاتی ہے۔

★ اے بیٹے! اپنی تمام طاقت و قوت اپنے پروردگار کی طاعت و فرمانبرداری میں صرف کر اور اس میں پوری کوشش کر۔

★ شجاعت یعنی بہادری ایک ساعت کا صبر ہے۔

★ اے ڈھونڈنے والے چیزوں کے سوائے خداوند تعالیٰ کے دروازے کے تُو غافل نہیں ہے۔ کیا کوئی چیز ایسی بھی ہے، کہ خداوند تعالیٰ کے خزانے میں نہ ہو۔

★ وائے میری جلن! کس حال میں تم مر جاتے ہو حالانکہ تم نے اپنے پروردگا کو نہیں پہچانا۔

★ تف ہے تجھ پر تو دو رُو اور دو زبان اور دو کردار نہ ہو۔

مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور

* مرد مومن ——— ۲۲/۵۰ روپے
* خطبات جمعہ ——— دس حصے ——— فی حصہ -/۵ ر
* مجالسِ ذکر حضرتؒ کی اصلاحی تقاریر کا قیمتی خزانہ ——— دس حصے ——— فی حصہ -/۵ ر
* اسلامی تعلیمات حضرت مولانا عبیداللہ انور کے خطبات و مواعظ کا قیمتی مجموعہ ——— ہدیہ ——— -/۲۴ ر
* ملفوظاتِ طیبات حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا دلآویز گلدستہ ——— ر ۱۰/۲۵ ر
* گلدستہ صد احادیث نبویؐ ترجمہ و تشریح حضرت لاہوریؒ ——— ر ——— ۱/۰۰ ر
* خلاصۃ المشکوٰۃ مشکوٰۃ کا خلاصہ بحضرت لاہوریؒ کی محنت کا شاہکار ——— ر ——— -/۵ ر
* اصلی حنفیت مذہب حنفی کی سچی تصویر حضرت لاہوریؒ کے قلم سے ——— ر ——— -/۱ ر
* مقصد قرآن از حضرت لاہوریؒ ——— ر ——— -/۱ ر
* ضرورۃ القرآن از حضرت لاہوریؒ ——— ر ——— -/۱ ر
* خدام الدین حضرت لاہوریؒ نمبر ——— ر ——— -/۲۵ ر
* رسائل کا سیٹ دو جلد ——— فی جلد -/۱۰ روپے، یکمشت دونوں حصے منگوانے پر -/۱۸ ر

ہر قسم کی دینی کتب منگوائیے۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔ آرڈر کے ساتھ نصف رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر ضرور بھیجے

ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم، ۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبر B.C. ۲۳۶۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۲۰۶۷-D.O. مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۹/۴۰-۳۱۵۴۱۰ مارچ ۱۹۶۷ء